

## تفسیر مواہب الرحمن کے امتیازی پہلو

Distinctive Aspects of *Tafsīr Mawāhib al-Rahmān*

Habib U Rehman

Doctoral Candidate Islamic Studies, Mohi-ud- Din Islamic University, Nerian  
Sharif, AJ&K/Lecturer, Scientia vision college Islamabad

Dr. Mohammad Baqir Khan Khakwani

Chairman, Department of Islamic Studies, Mohi-ud- Din Islamic University Nerian  
Sharif, AJ&K

## Abstract

Syed Amīr 'Alī Maīh Ābādī is one of the leading scholars of *Tafsīr* of the Quran in the subcontinent. His *Tafsīr* known as "*Mawāhib al-Rahmān*" is a big achievement in the relevant field. The author of this article has conducted research about referred *Tafsīr* from two aspects, in brief, to obtain the higher study degree, the author has carried out his M. Phil degree thesis from International Islamic University Islamabad and covered its one aspect "*Manhaj al-Tafsīr*" and then to cover its jurisprudential aspects. The author presented his dissertation of PhD in Mohi ud Din Islamic University. Due to the substantial working on this particular subject, he had the opportunity to study this *Tafsīr* and it enhanced the eagerness of the author of this article. During the study of this *Tafsīr*, the author came across distinctive aspects of this *Tafsīr*. One of them is, though all the writers of *Tafsīr* have already written down on all the related subjects which are the supportive in *Tafsīr* of the verses of the Quran and either the foremost but apart from that Syed Amīr 'Alī kept the focus on the some particular subjects of the Quran. He explained this thing in the preface of the *Tafsīr* that some important aspects of the Quran



مقالہ ہذا میں مفسر تفسیر ہذا کے اسی خاص کام کو موضوع بنایا گیا ہے کہ انہوں نے ان خاص مضامین کو کیوں زیادہ مرکوز رکھا۔ نیز ان کے مضامین خاصہ کو انہی کی وضاحت کے ذیل میں بجمع نمودار و امثلہ وضاحت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

### مضامین خاصہ کے التزام کی وجہ

دراصل مؤلف موصوف<sup>2</sup> کے یہ مضامین عقائد و احکام ہی کی اقسام اور تفصیلات ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں جہاں ان کے التزام کی بات کی ہے اس سے پہلے ساتھ میں تمہید اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ شریعت میں تین امور عین مقصود اسلام ہیں۔ اول عقائد اسلام اور وہ اعلیٰ و اصل ہیں لہذا اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ<sup>3</sup> کے عقائد سے متعلق رسالہ کا نام فقہ اکبر ہے۔ دوم افعال قلوب و خصائل نفس و مکارم اخلاق کے ملکات اور یہ فقہ اوسط ہے اور سوم اعمال جوارح سے متعلق احکام، مثلاً طہارت و صوم و صلوٰۃ وغیرہ اور یہ فقہ اصغر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعمال جوارح میں سے ہر عمل فعل قلبی پر موقوف ہے اور وہ نیت ہے۔ چنانچہ احادیث کی رو سے اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ بیان کردہ تمہیدی بات کے تحت مؤلف<sup>2</sup> نے بہت سی مثالیں بھی بیان کی ہیں اور آخر میں خلاصہ کہا کہ انہی باتوں کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے اپنی تفسیر میں چودہ باتوں کا التزام رکھا ہے۔ اور پھر ایک ایک کر کے ان باتوں کو ذکر بھی کیا ہے جنہیں مقالہ ہذا میں قدرے تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

### اول توحید

سید صاحب نے توحید کے عمومی مفہوم کے بجائے خاص معنی بیان کیے ہیں کہ محض ایک امر کے کسی کے دل میں جم جانے کا نام توحید نہیں بلکہ یہ ہے کہ دل کو صدق کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ پر جمادینا ہے اور ساتھ میں انہوں نے جمیع عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، واجبات اور جمیع سنن کے ادا کرنے کی نیت کو بھی اس مفہوم میں شامل کیا ہے۔ لہذا اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ ” اصل اطاعت توحید ہی ہے اور بعض لوگوں نے زعم کیا ہے کہ توحید الہی کے معنی یہ ہیں کہ کسی آدمی کے دل میں خواہ مخواہ ایک امر جم جاوے حالانکہ یہ وہم باطل ہے بلکہ اس کے لیے دلی تصدیق چاہیے اور اگر شیطان اس میں وہم لاوے تو لا حول پڑھ کر اس کو رد کرے اور دل کو صدق کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ پر جمادے اور یہ فعل قلبی کو شامل ہے۔<sup>3</sup>

لہذا مؤلف<sup>2</sup> کے مطابق بیان کردہ ان تمام افعال کے ادا کرنے کی نیت سے اس کو ان کا ایک ثواب مل گیا اور پھر جب اپنے اپنے وقت پر ان کو ادا کریگا تو ہر ایک کا ثواب عظیم اسکو الگ سے حاصل ہو گا۔

### دوم موجودات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا بیان

جو دوسرا مضمون صاحب تفسیر نے زیادہ مقدم رکھا وہ موجودات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا بیان کرنا ہے کہ یہ توحید کے بیان کا لازمہ اور اس کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ مثلاً سورۃ الاخلاص کی پہلی آیت قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ میں توحید خالص کا بیان ہے اور آیت اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمٰوٰتِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ<sup>4</sup> میں دلائل توحید کا بیان ہے۔ اور جب پھر توحید دلی تصدیق کا فعل ہے تو شیطان اس میں وسوسہ دلاتا اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کے وساوس دور کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے تو انہوں نے ان احادیث کو

بھی ان مقامات پر جا بجا جمع کیا ہے اور ہر آیت کے سیاق کے مطابق انہیں لائے ہیں۔ نیز دلائل توحید کے بیان کرنے میں فلسفیانہ اور متکلمانہ طریقہ ترک کر کے خالص اہل حق و صدق و صفا کا طرز اختیار کیا ہے۔ اور فرمایا کہ یہی سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ سید صاحب نے اس موقع پر ایک اور علمی نکتے اور اپنے تقرر کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ قرآن اور احادیث میں توحید اور دلائل توحید کا بیان ہے وہ دراصل اپنے اپنے لطائف صنعت و قدرت کے ساتھ اپنے مواقع پر مواعظِ حسنہ کے طور پر مرتب ہیں۔ کیونکہ ایک ہے توحید اور دلائل توحید کو بطور مواعظِ حسنہ کے بیان کرنا، اور دوسرا ہے دلائل سے باری "تعالیٰ عزوجل کو ثابت کرنا، تو یہ دوسرا طریقہ مؤلف کے نزدیک غلط ہے۔ لہذا اس پر اپنا مؤقف پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واضح ہو کہ جن لوگوں نے دلائل سے اللہ تعالیٰ کی ذات ثابت کرنا چاہا وہ اہل حق و علماء ربانیین کے نزدیک غلط طریقہ اختیار کیا کیونکہ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کو دلیل سے ثابت کرنا، حالانکہ اہل حق کے نزدیک ثابت کرنا وغیرہ جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا اس صورت میں معنی یہ ہو جائیں گے کہ "خدا تعالیٰ کو اسی کے فعل سے موجود کرنا۔ کیونکہ ثبوت اور وجود کے ایک معنی ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر بھی عقل کا نور دیا ہے وہ بہتر طور پر جانتا ہے کہ کل عالم کا ثابت کرنے والا، موجود کرنے والا اور ظاہر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی چیز ایسی ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کو ثابت کرے۔ پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور ثبوت بذات خود ساری مخلوق سے زیادہ ظاہر ہے بلکہ کمال ظہور اسی کے واسطے ہے لہذا فرمایا: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ<sup>6</sup>،

صاحب تفسیر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اپنے اس دعویٰ پر دلائل دیتے ہوئے مزید لکھا کہ: قدرت الہی کے عجائب میں سے ہے کہ بندہ مومن کو دل سے یقین ہوتا ہے اور یہ معرفت حق تعالیٰ کے فعل سے ہوتی ہے کیونکہ افعال اسی کی مخلوق ہیں اور بدون خلق الہی کے تصدیق ایمانی کا عمل پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرُّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ<sup>7</sup>۔

اس پر مزید لکھتے ہیں کہ بعض عارفین نے کہا کہ میں نے اسے اسی سے پایا۔ لہذا قرآن پاک میں وجود کے دلائل نہیں ہیں کیونکہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ تو محال و غیر ممکن ہے ورنہ شرک متحقق ہو پس اے مومن غافل تجھے اپنے رب ذوالجلال کی آیات یعنی مخلوقات و مصنوعات پر نظر کرنی چاہیے جو تمام آفاق اور خود تیری ذات میں بھی موجود ہیں اور اسی لیے اس کا فرمان ہے: سَأُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ<sup>9</sup>۔

صاحب تفسیر ہذا کی بار بار تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس باب یعنی وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے فلاسفہ کے طرز استدلال اور ان کی پیچیدہ بحثوں سے نالاں تھے بلکہ ان کے نزدیک ایسا طرز شرک میں پڑنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں "میں نے دلائل توحید بیان کرنے میں فلسفی یا متکلمانہ طریقہ متروک کیا بلکہ وہ طریقہ اختیار کیا جو خالص اہل حق و صدق و صفا کا ہے اور جو سلف صالحین سے ثابت ہے پس مترجم نے ان کے خیالات کو تفسیر میں لانا مکروہ جانا اور مقدمہ میں اس بحث کو ختم کرنا موزوں جانا... مزید لکھا کہ جس شخص نے سرسری زعم میں فلاسفہ کے مانند دلائل قائم کرنے پر کمر باندھی وہ شرک میں پڑ گیا اور وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔ لیکن بعض علمائے متکلمین نے بھی یہ شیوہ اختیار کیا اور شاید کہ انھوں نے کافروں و فلسفیوں کی ہدایت کے واسطے یہ اختیار کیا ہو۔ اور اگر یہ بھی مقصود ہو تو بھی مذموم ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ اہل کفر جو کہ ازلی علم الہی عزوجل میں گمراہ ہیں ان کی پیدائش میں قلب مقفل اور اس پر غلاف ہے

جہاں نور وحی نہیں پہنچ پاتا تو گویا عقل ندرد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لغت میں عقل صرف ظاہری و باطنی حواس اور ان کے تجربات کا نام ہے اور حقیقی عقل اس نور کی حیات سے دلی زندگی ہے اور وہ بغیر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ان کی حالت یہ بھی ہے کہ وہ مردہ اور چوٹی کی مثل ہیں اللہ کا فرمان ہے: لَّهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا اور فرمایا: وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔<sup>10</sup> پس معلوم ہوا کہ شرک صرف غیر عاقل پر ڈالا گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس بات پر امام ابو حنیفہ کے ایک واقعے سے استشہاد کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلاں مومن سفیہ یعنی بے عقل ہو تو اس شخص کی بیوی اس پر طلاق ہے پس فتویٰ دیجئے کہ اس کا کیا حکم ہو گا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کی بیوی اس پر طلاق نہیں ہوئی کیونکہ مومن سفیہ نہیں ہوتا۔ نیز لکھا کہ یہ جواب امام کے تبحر و وسعت علم و فطانت کی بھی دلیل ہے اور یہ آپ نے اسی آیت وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ سے مستنبط کیا۔ اپنی تفصیلی بات کا ماحاصل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”واضح ہوا کہ ازلی کا فرحض بے عقل ہوتا ہے اگرچہ اس نے خود جس چیز کا نام عقل رکھا ہو اور چاہے اس میں بظاہر بہت وافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب وہ اس حقیقی عقل سے جو لازم ایمان ہے بالکل محروم ہو تو اس کے سامنے لاکھ دلائل پیش کیئے جائیں وہ نہیں سمجھ پائے گا پس وجود باری تعالیٰ پر دلیل لانا جو محال و شرک ہے۔ لہذا ہرگز ارتکاب محال نہ کیا جائے۔ اور قرآن میں کہ کفار ازلی کے واسطے نص ہے کہ ان کے لیے کل آیات بھی لائی جائیں تو وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں اور جہاں تک توحید کی وہ نشانیاں جو مخلوقات میں موجود ہیں وہ لطائف صنعت و قدرت و احادیث و اثار کے ساتھ ساتھ اپنے مقامات پر مواعظ حسنہ کے مرتبہ ہیں“<sup>11</sup>

### سوم رسالت کے بیان میں اس کی حکمت

سید صاحب نے اپنی تفسیر میں تیسرا علمی نکتہ یہ مرکوز رکھا کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں رسالت کا بیان ہے وہاں اس کی تفسیر میں اس کی حکمتوں کو بھی تفصیلاً بیان کیا جائے چنانچہ انہوں نے ان مقامات پر اس پہلو کا بہت خیال رکھا۔ مثلاً سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۱۰۷ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کی تفسیر کرتے ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت کی حکمتوں اور فوائد نبوی و اخروی کو بہت زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور کئی پہلوؤں سے اس کے ذیل میں بہت سی احادیث و اثار کو جمع کیا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

صاحب تفسیر نے درج بالا آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد اس کی تشریح میں حصر کو بیان کیا ہے کہ یعنی تیرے بھیجنے میں کوئی علت نہیں سوائے اس کے کہ رحمت ہے واسطے عالمین کے یعنی انسانوں اور جنوں کے لیے۔ اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کافروں اور مومنوں سب کے لیے رحمت ہیں اور استدلال کیا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ سے۔ نیز اس کی وضاحت میں ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی کہ انہوں نے فرمایا: جو آنحضرتؐ پر ایمان لایا تو آپ کی رحمت اس پر دنیا و آخرت میں پوری ہو گئی اور جو آپ پر ایمان نہ لایا تو وہ آخرت سے محروم رہا اور دنیوی عذاب سے جو خسف و مسخ و عقوبت سے ہوتا ہے بچ گیا“<sup>12</sup> اس مقام پر اسی آیت کی حکمت کی نذیر اور اس کی تائید ایک اور آیت سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کما قال تعالیٰ: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصَلُّونَهَا وَبَسَّسَ الْقِرَارِ۔<sup>13</sup> اس آیت کی تفسیر میں صحیح مسلم سے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی کہ آنحضرتؐ سے کہا گیا کہ آپؐ مشرکوں کے لیے بددعا کیوں

نہیں فرماتے تو آپؐ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا نہیں ہوں میں تو فقط رحمت بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں۔ سید صاحب نے اس حدیث کو کئی طرق اور الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح مزید دسیوں احادیث و آثار بھی اس کی تفسیر میں جمع کیئے ہیں۔

### چہارم رسالت کے قطعی دلائل

مؤلف نے جیسے توحید اور اس کے ذیل میں توحید کے دلائل کو اپنی تفسیر میں اپنے مقام پر بہت جگہ دی ہے ویسے ہی انہوں نے رسالت کے ثبوت کے قطعی دلائل کے باب میں بہت وسعت سے علمی کام کیا ہے اور قرآن پاک میں جس جس مقام پر یہ موضوع آیا ہے وہاں رسالت کے اثبات کے دلائل بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ ذیل میں اس کی چند نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً سورۃ لیس کی ابتدائی آیات کی تفصیل میں اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ کی تفسیر میں آنحضرتؐ کی رسالت کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی رسالت پر قسم نہیں کھائی کہ صرف اپنے آخری پیغمبر کی تکریم کی خاطر قسم کھا کر کافروں کا یہ قول رد کیا جو وہ کہتے تھے کہ تو رسول نہیں ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی قسم کھائی ہے وہی دلیل رسالت ہے کیونکہ قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی رسالت کے واسطے ہی معجزہ بنا دیا گویا کہ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس دلیل حق کی قسم ہے کہ محمد ﷺ بے شک رسول مرسل ہیں اور نہ ہی وہ جادو گر یا مجنون ہیں جیسا کہ کافر و مشرک خیال کرتے ہیں بلکہ وہ تو کھلے صراط مستقیم پر ہیں اس واسطے کہ جو شخص قرآن کے راستے پر ہو وہ ضرور حق پر ہی ہو گا کہ وہاں باطل کو دخل ہی نہیں ہو سکتا۔<sup>14</sup>

اسی طرح سید صاحب نے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۷ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ کی تفسیر میں آپؐ کی رسالت کے قطعی دلائل پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے ذیل میں مختلف حوالوں سے دسیوں احادیث و آثار کو پیش کیا ہے۔ مثلاً ابتداء ہی میں پہلے لفظ رسالت کی لفظی و معنوی تحقیق بیان کی اور دعویٰ کے بعد تفصیلی دلائل سے یہ بات لکھی کہ آپؐ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سے کچھ نہیں چھپایا۔ اور اس کے بعد مسلسل آپؐ کے اس منصب اور کام میں اکمل اور کامل ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ” اور واضح ہو کہ اس آیت میں مالفظ مفید عموم ہے لہذا آپؐ پر فرض تھا کہ جو کچھ ان پر اتارا گیا اس کو امت تک پہنچادیں اور اس میں سے کچھ نہ چھپائیں اور اس نص میں صریح دلیل ہے کہ جو کچھ نازل ہوا وہ آپؐ نے تبلیغ کر دیا یعنی خوب واضح اور کھلے الفاظ میں آگے پہنچایا۔ اور کچھ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں رکھا“ اس بات کی دلیل میں سید صاحب نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ” صحیحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس نے یہ زعم کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سے کچھ چھپایا تو وہ جھوٹا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ - گویا کہ اس آیت میں انتہائی صراحت کے ساتھ آپؐ کی رسالت کی ذمہ داری کو بیان کیا گیا ہے اور دنیا شاہد ہے کہ یہ ذمہ داری پوری کرنے میں وہ بھرپور کامیاب رہے۔

### پنجم احکام عبادات

پانچویں مضمون خاص سے متعلق سید صاحب لکھتے ہیں: ” پانچویں بات احکام عبادات خالصہ۔ یعنی صوم و صلوة و اذکار الہی وغیرہ۔ پس ابواب فقہ میں سے طہارت سے آخر تک جس مسئلہ کا جہاں جو حکم آیا وہ خوبصورت انداز میں مدلل بیان کیا گیا

اور اس ضمن میں دلائل حنفیہ کے ساتھ دلائل شافعیہ بھی ذکر کیئے گئے ہیں نیز متعلقہ باب کے فضائل و فروع فقہ جن کی ضرورت ہے ساتھ ہی اس کے ذیل میں بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ فائدہ تام حاصل ہو۔<sup>15</sup> یہ نکتہ اس تفسیر کا وہ پہلو ہے جسے راقم نے باقاعدہ ”تفسیر مواہب الرحمن کی جانب فقہی“ کے نام سے اپنے پی ایچ۔ ڈی مقالے کا موضوع بنایا ہے جس سے اس تفسیر کے اس نکتے اور پہلو کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سید صاحب نے اس تفسیر میں فقہی مباحث پر اس قدر کام کیا اور اس وسعت سے علمی مواد کا انبار لگایا ہے کہ یہ تفسیر علم فقہ کا ایک مرتع و منبع کی حیثیت بھی اختیار کر گئی ہے۔ اور بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قرآن میں شاید ہی کوئی مقام ایسا ہو گا جہاں فقہی بحث ہو اور صاحب تفسیر نے اس پر علم فقہ کا ذخیرہ پیش نہ کیا ہو اور یا پھر اس پر نقل و عقل سے اس پر اپنی فقہی رائے پیش نہ کی ہو۔ اور میری یہ بات محض الفاظ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے عملی مشاہدے کے لیئے ذکر کردہ میرے مقالہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جو کہ اب محی الدین یونیورسٹی کی لائبریری کے علمی ذخیرے کا حصہ ہے۔ لیکن بطور مثال ذیل میں چند ان مسائل کا تذکرہ کیا جائے گا جو فقہ سے متعلق ہیں اور صاحب تفسیر نے اسے فقہی لحاظ سے زیر

بحث لایا ہے۔ مثلاً سورۃ المائدہ کی آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ“<sup>16</sup> کے ذیل میں سید صاحب نے طہارت کے باب میں طہارت اور اس سے متعلقہ مسائل مثلاً وضو، غسل، پاکی ناپاکی وغیرہ اور اس جیسی فقہی مباحث کو بہت ضخیم علمی مواد میں بیان کیا ہے۔ اس مقام پر وضو کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ”اس آیت کے جملے میں وانتم محدثون بطور حال محذوف ہے لہذا یہاں معنی یہ ہوئے کہ اور حال یہ ہو کہ تم کو حدث ہو یعنی پیشاب پاخانے کی وجہ سے وضو نہ ہو اور اسی کو فقہاء حدث کہتے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں: ”پس ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ جب ارادہ نماز ہو تب ہی وضو واجب ہے خواہ پاک ہو یا محدث ہو اور ابن کثیر<sup>17</sup> نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب تم ایسے حال میں نماز کا ارادہ کرو جب کہ تم حالت حدث میں ہو تب وضو واجب ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ اِذَا قُمْتُمْ مِنَ النَّوْمِ إِلَى الصَّلَاةِ یعنی نیند سے اٹھ کر نماز کی طرف ارادہ کرو اور یہ دونوں معنی قریب قریب ہی ہیں۔“

اسی طرح اس ضمن میں دوسری مثال سر کے مسح کا فقہی مسئلہ ہے۔ لہذا اس مقام پر مصنف نے پہلے تو مسح کی تعریف کی کہ ”یعنی الصاق کرو مسح کو اپنے سروں کے ساتھ بدون پانی بہانے کے۔“ پھر اس مسئلے کی تفصیلی بحث میں دوسرے فقہی مذاہب کو بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ کے موقف کو ذکر کرتے ہیں کہ ”مسح اسم جنس ہے پس اس قدر کمتر کافی ہے جس پر مسح صادق آجاوے اور وہ سر کے بعض بال کا چھونا بھی ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے“<sup>18</sup>

نیز اس مسئلے میں مزید لکھتے ہیں: ”اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک باء زائدہ ہے ای ”امسحوا رؤسکم“ پس تمام سر کا مسح کرنا ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَالْبِطْوَافُ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ“<sup>19</sup> اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ“<sup>20</sup> اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ باء الصاق کے واسطے ہے۔ اور یہ سیبویہ<sup>21</sup> کا مذہب ہے۔ اسی طرح سید صاحب نے اس مسئلے کے ذیل میں مزید صرفی و نحوی تحقیق و تدقیق کی ہے جس کے نقل کرنے سے مضمون طوالت اختیار کر لے گا لہذا اس کی تفصیل کے لئے وہیں رجوع کیا جانا مناسب ہو گا۔<sup>22</sup> صاحب تفسیر کا اس حوالے سے طریقہ تفسیر یہ ہے کہ جب کوئی فقہی مسئلہ بیان کرتے ہیں تو اگرچہ اس میں واقع فقہی اختلاف بیان کرتے ہیں لیکن آخر میں اکثر کوشش کرتے ہیں کہ کوئی ایسا حل بھی پیش کر دیا جائے کہ یہ اختلاف علمی حد

تک رہے اور عام ذہن اس سے متشوش بھی نہ ہو۔ چنانچہ اس مقام پر بھی ایسی ہی ایک صورت بیان ہوئی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

اختلاف مذہب در مسئلہ ہذا بیان کرنے کے بعد "واللہ اعلم" سے بحث کا اختتام کیا اور مزید لکھتے ہیں:

"و بالجملہ احادیث میں تمام سر کا مسح کرنا کثرت سے بیان ہوا ہے لہذا آدمی کو چاہئے کہ تمام سر کا مسح کیا کرے کہ اس اختلاف سے بچ جائے اور حضرت عثمان سے صحاح میں جو احادیث ہیں وہ دلالت کرتی ہیں کہ مسح تمام سر کا ایک ہی بار ہوگا اور بعض دوسری روایات میں تین بار بھی آیا ہے۔ ایک بار کا اختیار ہے اور تین بار منع نہیں ہے اور واضح ہونا چاہئے کہ مسح ایک بار ہی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنے کو کہتے ہیں پس پانی بہانے کو غسل کہا جائے گا۔<sup>23</sup>

ششم معاشرت دنیا کے متعلق احادیث و آثار نفیہ

چھٹا مضمون خاص جسے سید صاحب نے اپنی تفسیر میں خصوصی توجہ دی ہے وہ معاشرت دنیا سے متعلق احکام شریعت ہیں۔ نیز انسانی معاشرے میں انسانوں کے باہمی معاملات ان عبادات کے ذیل میں آتے ہیں جو کسی ایک فرد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بہت سے افراد سے واسطہ ہوتے ہیں لہذا ان کے نتائج ایک ہی وقت میں بہت سے لوگوں کو متاثر کر رہے ہوتے ہیں۔

بیان کردہ اہمیت ہی کے پیش نظر سید امیر علی نے اپنی تفسیر میں ان معاملات اجتماعی کے بیان میں بہت بسط و تفصیل سے کام لیا ہے لہذا قرض کا ایک ذیلی موضوع "تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کے حوالے سے" اس بارے میں فاضل مفسر کی رائے اور فقہی تفسیر بطور مثال پیش کی جاتی ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ قرآن میں مقروض کو مہلت دینے کا جو حکم ہے آیا وہ رباء کے معاملے کے ساتھ مختص ہے یا وہ ہر طرح کے قرض کیلئے عام ہے۔<sup>24</sup> اور اس بحث کو قدماء مفسرین نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح سید امیر علی بھی اس بحث کو سورۃ البقرۃ کی آیت مداینہ کے ذیل میں لائے ہیں۔ چنانچہ لفظ "ذو عسرۃ" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اگر قرضدار تنگ دست واقع ہو یعنی اصل مال لینے میں بھی اگر بالفعل اگر وہ تنگ دست ہے تو حکم دیا فنظرۃ ای علیکم تاخیرہ۔ ای میسرۃ۔ ای الی وقت یسرہ۔ پس انتظار ہے یعنی اس قرضدار مذکور کے لیے تم پر تاخیر دینا واجب ہے تا میسرہ یعنی تا وقت اسکی آسانی و کشائش کے یعنی اس کی فراخی و دسترس تک انتظار و مہلت دو۔"<sup>25</sup>

پھر فاضل نے صرفی و نحوی تحقیق کے بیان سے اس بات کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھا کہ میسرہ بفتح السین و ضمہا ای وقت یسرہ، اور لفظ میسرہ ظرف زمان ہے اکثریوں کی قرأت میں بفتح سین مہملہ اور نافع کی قرأت میں بضم سین ہے۔ اور وأن تصدقوا بالتشدید علی ادغام التاء فی الأصل فی الصاد بالتخفیف علی حذفہا ای تصدقوا علی المعسر بالابراء۔ اور معنی یہ ہیں کہ صدقہ کر دینا تمہارا تنگ دست پر اصل مال بھی بایں طور کہ اسکو اپنے اصلی قرضہ سے بھی بری کر دو تو یہ "خیر لکم" یعنی تمہارے لیے بہتر ہے فاضل آگے فائدے کے عنوان سے احادیث بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ وَفِي الْحَدِيثِ "مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا وَوَضَعَ عَنْهُ اظْلَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمًا لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ" رواه مسلم۔ اور حدیث میں ہے کہ جس نے تاخیر و مہلت دی اپنے قرضدار تنگ دست کو یا اتار دیا اس کے ذمہ سے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں لے لیگا اس روز کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے سایہ ہی نہ ہوگا۔<sup>26</sup>

فاضلؒ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کے حوالے سے معالم التنزیل<sup>27</sup> کا حوالہ دے کر اس کی مزید بھی تفصیلی بحث نقل کی ہے۔ اسی طرح فاضلؒ نے اس کے دلائل اور مزید وضاحت میں بہت سی احادیث کو بھی جمع کیا ہے مثلاً لکھتے ہیں کہ ” اور اس بارے میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ امام احمدؒ نے بریدہؓ سے روایت کی کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی اس کے لیے ہر روز اپنے قرضہ کے برابر مال صدقہ کا ثواب ہے

28“

### ہفتم منہیات اور مکائد نفس و وساوسِ شیطان کا بیان

اس حوالے سے سید صاحب اپنی تفسیری مقدمہ میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ” اہل علم کے نزدیک ایمان بڑی نعمت ہے اور شیطان کی دشمنی اس نعمت کے زوال کے لئے ہر وقت مصروف رہتی ہے پس وہ ہر وقت ہر طرح کے وساوس کے ساتھ آدمی کے زوال کی سعی کرتا رہتا ہے لیکن اس چور سے اپنی نعمت کے بچانے والے وہی لوگ ہیں جو اس سے حفاظت، خطرات اور اس کے وساوس کو جانتے ہیں اور قرآن میں کمال اعجاز سے ہر ایک سے حفظ کا طریقہ منصوص ہے۔ اسی واسطے قرآن مجید وہ وہ مقامات کثیرہ جہاں شیطان اور اس کے وساوس کا ذکر ہے سید صاحب نے انہیں احادیث و امثال کی روشنی میں خوب واضح کیا ہے۔

### ہشتم نصاب اور مواعظ

اس موضوع کے حوالے سے مؤلفؒ لکھتے ہیں کہ انسان کے واسطے اصل واعظ و ہادی یہی قرآن پاک ہی ہے جس نے اس کی نصیحت قبول کی وہ خوب رہا اور جس نے اس کے سوا کسی کی بات سنی وہ بھٹک گیا۔ چنانچہ قرآن کے مواعظِ حسنہ میں سید صاحب نے وعظ و نصیحت کا بہترین انداز اپنایا ہے جس میں ان کے الفاظ سے ان کا اخلاص بھی جھلکتا ہے۔

### نہم مکارمِ اخلاق

اس نکتے کے بارے میں صاحب تفسیر کا کہنا یہ ہے کہ اس نام سے ہی اس کے فضائل ظاہر ہیں اور حدیث پاک میں ہے کہ۔ ” مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے ہی بھیجا گیا ہے “ نیز صدقِ ایمانی ان مکارم کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ اسی لئے منافق میں حسنِ خلق اور دینی سمجھ نہیں ہوتی۔

### دہم احوال و حوادث سے عبرت

دسویں بات جسے مؤلفؒ نے اپنی تفسیر میں بہت اہمیت دی ہے وہ ماضی و حال کے حوادثِ زمانہ سے عبرت حاصل کرنا ہے۔ لہذا اس بارے میں اپنا نکتہ نظر یہ بتاتے ہیں کہ احوال و حوادث سے عبرت حاصل کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے واسطے اقسامِ عبرت کو شب و روز کی گردش ماہ و سال سے لے کر آخر تک مصور فرمایا چنانچہ فرمایا: ” فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي

الْأَبْصَارِ“<sup>29</sup>

### یازدہم قصص

قرآن حکیم میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں سید صاحب کے نزدیک وہ محض واقعات ہی نہیں بلکہ ان میں ایسے ایسے عجائب و معارف پوشیدہ ہیں کہ اہل علم ان پر حیران و فریفتہ ہیں۔ چنانچہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ قرآن کے قصص جو عوام کی نظر میں حضرت آدم و حوا یا موسیٰ و فرعون کے واقعات ہی ہیں لیکن اہل علم ان کے معارف و اسرار کے عجائبات پر سرسرتا فریفتہ

ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں کمال رحمت سے امت مرحومہ کو سرفراز کیا اور بجز اللہ سبحانہ و تعالیٰ اکثر مواقع میں اسرار منقولات و مستنبطہ سے انتباہ لیا گیا۔

لہذا سید صاحب نے اپنے کہنے کے مطابق اپنی تفسیر میں ان قصص و واقعات کو محض واقعات کی صورت میں بیان نہیں کیا بلکہ ساتھ ان سے عبرت و نصیحت اور اسرار و عجائب کے جتنے پہلو نکل سکتے تھے اپنی بساط کے مطابق انہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

### دوازدہم امثال

اگرچہ اس حوالے سے مفسر نے مختصر جملہ لکھا کہ ”بارہویں بات امثال اور ان میں حسب مذکورہ بالا حسن مقال ہے“ لیکن اس حوالے سے ان کا جو تفسیری طریقہ نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن میں جن مقامات پر امثلہ اور تشبیہات کا ذکر ہوا ہے ان میں انہوں نے خصوصی کلام کیا ہے۔

### سیزدہم احوالِ آخرت

قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ احوالِ آخرت اور حوادثِ آخرت پر مشتمل ہے اور یہ وہ عقیدہ ہے جس کی بدولت انسان جو ابد ہی کے خوف سے بہت سے گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ اس حوالے سے سید صاحب لکھتے ہیں کہ ”اس باب کی خوبی و لطافت ہر مومن سے پوچھیے کیونکہ دارِ آخرت مومن کا وطنِ مالوف ہے اور اس کی خیریت دریافت کرنے میں جو رغبت دل کا دامن پکڑتی ہے وہ دنیا کے مسافروں سے معلوم کیجیے جن کو مجازی وطن سے نکلے مدت گزری ہو“ لہذا ان تفسیری مواقع پر صاحب تفسیر نے اس قدر بسط و تفصیل سے آخرت کے احوال و واقعات کو ذکر کیا ہے کہ احادیث، آثار کے ذریعے گویا کہ آخرت کا نقشہ سامنے رکھ دیتے ہیں۔

### چہار دہم اسرار و حقائق

اس حوالے سے سید صاحب کے الفاظ یہ ہیں ”چودہویں بات اسرار و حقائق یعنی چودہویں کا چاند جن کے سامنے ماند ہے مترجم کو ان مقامات میں کلام کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن جب اس نور کی انتہا نہیں تو مترجم ضعیف اگر اس سے ذرے کا ہزارواں بلکہ ستر ہزارواں حصہ اٹھا سکے تو رحمتِ حق سے مایوسی نہیں ہے اور اہل حق اسی میں مستغرق ہیں“ ان کے اس کلام سے اگرچہ ان کی مراد پورے طور پر واضح نہیں ہوتی لیکن تتبع سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان کی مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی بساط کے مطابق کھول کر بیان کرنے کی کوشش کرنا اور ان میں جو اللہ کی معرفت کے اسرار و حقائق پوشیدہ ہیں انہیں پانے کی سعی کرنا۔ اور پھر ان مقامات پر واقعتاً انہوں نے اکثر اپنے کلام سے قاری کو مسحور کیا ہے۔

مثلاً سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۵ کی تشریح میں سید صاحب سے اسی طرح کے موضوع کو شرح بسط کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”واضح ہو کہ یہ آیت کریمہ اجلی معارف میں سے ہے اور اس کی تفسیر یا تو بہت ظاہر ہے یا وہ بہت خفی ہے اور ہر صورت میں بے مثل اور بے مثال ہے اور اس کا ادراک صرف اس قلب کو ہے جو نور ایمان سے منور ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے بے مثل و بے مانند اور تمام مخلوق کی مشابہت سے پاک و عالی ہونے کا بیان ہے کہ وہاں عقل و وہم عاجز ہیں اور مومن کا دل ہی اپنے رب عز و جل کا عارف ہے اور اس سے کفار و منافقین سب محروم ہیں۔“

اسی طرح اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرنے کے بعد ماحاصل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حاصل مثل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ظاہر اور تمام مخلوقات کا ظاہر کرنے والا ہے۔ پھر ایک نئے انداز کے ساتھ اس آیت میں بیان کردہ مثال کو بہت زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے جس میں احادیث طیبہ اور تصوف کے اسلوب کو بھی بڑے احسن انداز سے پیش کیا گیا ہے جسے اہل ذوق بالاستیعاب اس تفسیر کے مقام پر دیکھ سکتے ہیں۔<sup>30</sup>

### خلاصہ بحث

پیش کردہ بحث کا خلاصہ اور ماحاصل یہ ہے کہ تفسیر مواہب الرحمن ایک ایسی تفسیر ہے جسے اس کے مؤلف و مفسر نے ایک خاص مشن اور مقصد کو سامنے رکھ کر لکھا اور ترتیب دیا ہے اور وہ ہے اصلاح امت، نیز فرق باطلہ کا رد اور احقاق حق۔ اور مؤلف نے اپنے تفسیری مقصد میں اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر اہل السنۃ والجماعہ کے لیے لکھی ہے۔ خصوصاً علم مسلمانوں کا خیال کر کے انھیں ان کے عقیدوں میں شکوک و شبہات سے بچانے کے لیے اور شیطانی وسوسوں سے بچانے کے لیے تاکہ نیچر یہ، رافضیہ اور خارجیہ اوہام سے انھیں بچایا جاسکے۔ سطور بالا میں ان کی اس بات کو باحوالہ نقل بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ سید صاحب نے اپنا تفسیری طرز یہ اختیار کیا کہ اگرچہ ان تمام مضامین کو تفسیری طور پر بیان کیا جائے جو قرآنی آیات کی تفسیر میں مدد و معاون ہیں اور یا پھر ضروری۔ لیکن ساتھ ہی بعض مضامین قرآنی کو تفسیری حوالے سے بہت مرکوز رکھا جائے جو بیان کردہ مقصد میں کام آئیں۔ لہذا انہوں نے متنوع اور مستقر اء کے بعد چودہ مضامین کو اپنی تفسیر میں خصوصی اہمیت دی۔ اس بحث میں مفسر تفسیر ہذا کی اسی خصوصیت اور تفسیر کے اسی پہلو کو امثلہ کے ساتھ پیش کیا گیا۔

### References

- <sup>1</sup>Syed Amī 'Alī, *Mawāhib al-Rahmān* (Lucknow: Novel Kishore Press, 1945), 28: 118, 179.
- <sup>2</sup> Amī 'Alī, *Muqaddama al-Tafsīr*, 72-76.
- <sup>3</sup> Amī 'Alī, *Muqaddama al-Tafsīr*, 73.
- <sup>4</sup> Qaaf 50:6.
- <sup>5</sup> Alhadid 57:11.
- <sup>6</sup> Amī 'Alī, *Muqaddama al-Tafsīr*, 74.
- <sup>7</sup> Yonus 10:100.
- <sup>8</sup> Yonus 10:100.
- <sup>9</sup> Hā Mīm Sajdah 41:53.
- <sup>10</sup> Yonus 10:100
- <sup>11</sup> Amī 'Alī, *Muqaddama al-Tafsīr*, 74-75.
- <sup>12</sup> Amī 'Alī, *Mawāhib al-Rahmān*, 5:125 .
- <sup>13</sup> Ibrāhīm 14:28.
- <sup>14</sup> Amī 'Alī, *Mawāhib al-Rahmān*, 7: 260.
- <sup>15</sup> Amī 'Alī, *Muqaddama al-Tafsīr*, 28:118,179.
- <sup>16</sup> Almāidah 5:6.

<sup>17</sup> Ibn kasīr, Tafseer Ul-Quran al-Azīm.

<sup>18</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 6:57,58.

<sup>19</sup> Al-Hajj 22:29.

<sup>20</sup> Al-Nisa 4:43.

<sup>21</sup> Hajar Al-Asqalān, *Sabweeh Al-Nahvee Umar Ibn Usmān*, 1: 382.

<sup>22</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 6: 58.

<sup>23</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 6: 58.

<sup>24</sup> Fakhr al-Dīn al-Rāzī, *Al-Tafsīr al-Kabīr* (Beirūt: Dār al- Fikr, 1981), 4:43.

<sup>25</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 1:77,78,79.

<sup>26</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 1:77,78,79.

<sup>27</sup> Al-Husain Ibn Masood Al Baghvi, *Mālim al-Tanzīl* (Dar al-Tayyabah, 1989)

<sup>28</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 3:79.

<sup>29</sup> Al Hashr 59:2.

<sup>30</sup> Amī'Alī, *Mawāhib al-Raḥmān*, 18:187-189.